TADABUR-E-ULOOM-E-ISLAMIA RESEARCH JOURNAL (TUIRJ)

VOLUME 1 ISSUE 1 (JAN-JUNE 2023)

ISSN (Online): 2790-8879
ISSN (Print): 2790-8860

Counselling Principles and Etiquette and Practical Applications in the light of Islamic Teachings

مشورہ کے اصول وآداب اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عملی تطبیقات

Rukhsana bi bi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, nadeem8775632@gmail.com

Abstract

This article examines the Islamic counseling system as outlined in the Quran and Ahadith. Central to the Islamic framework is the principle of Shura (consultation), which is vital for the system's establishment and continuity. Shura is highlighted as a key element in resolving issues. The Shari'ah advises that instead of making judgments based solely on one's intellect and wisdom, individuals should seek opinions from others. After mutual deliberation, the course of action that feels most aligned with one's heart should be taken, trusting in Allah. This process is referred to as "advice or consultation."The article also explores the literal meaning of Shura, its practical application during the prophetic era, the foundations of the political system, and the objectives of the council. These aspects are discussed to provide a comprehensive understanding of the significance and application of Shura in Islamic counseling.

Keywords: Shura, Quran, Ahadith, Counselling System, Islamic Political System

تمہید

انسانوں کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں کمی اور کوتاہی فطری ہے کیونکہ انسان نہ عقل میں کامل ہے اور نہ ہی پوری بصیرت کا حامل ہے۔ اس لیے اسلام نے انسان کی ان بنیادی کمزوریوں کو دُور کرنے' انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بہتر انداز سے گزارنے' صحیح سمت پر قائم رہنے اور بڑے نقصانات سے بچنے کے لیے جو ہدایات اور احکام دیے ہیں ان میں ایک اہم ہدایت اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جس وقت سرزمین مکہ پر صدائے توحید بلند کی تھی تو اس وقت تہذیب نہ آشنا قریش میں بعض ایسی جوہری خصوصیات رونما ہونے لگی تھی جن سے ایک مضبوط ریاست کی تشکیل میں بہت کچھ مدد مل سکتی تھی، یہ مواد خام اس قابل تھا کہ ذراسی اصلاح کے بعد اس سے پائیدار اور محکم اوزار تیار کیے جاسکتے تھے، انھیں میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ قریش کے اندر اجتماعی نظم اور مرکزیت کی نمایاں اثرات پیدا ہو چکے تھے، اس کی واضح مثال قصی بن کلاب کی ریاست کا وجود ہے۔ اس شخص کا اقتدار تمام قبائل قریش پر حاوی تھا اور قریش کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے سارے عرب میں اس کی عظمت کا سکہ رواں تھا، یہی نہیں بلکہ اس کے دور میں ہمیں ابتدائی طرز کا پارلیمنٹری سسٹم بھی نظر آتا ہے اور قریش کے نمائندے اپنے ہی معاملات کو اس کی سرپرستی میں شوریٰ کے ذریعے طے کیا کرتے تھے۔

"قریش ایک ایسے سادہ نظام حکومت سے آشنا تھے جس کے خمیر میں شورائیت گوندھی گئی تھی، مکہ کے نظام حکومت کا یہ پہلو اسلامی روح کے عین مطابق تھا اس لئے اسلام نے اسے فائدہ اٹھایا اور اسے باشندگان مکہ کو ایک ایسے نظام مملکت کا تصور دینے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی جس کی اساس شورائیت پر رکھی گئی ہو"۔([1])

شوریٰ کا لغوی مفہوم

شوریٰ کے لفظ کا مادہ (**ش-و-ر**) ہے۔ اکثر لغویین نے اس کو باب افعال میں (**اشعار علیہ**) سے مشتق اسم قرار دیا ہے۔ بعض اہل لغت کا کہنا یہ بھی ہے کہ یہ لفظ باب تفاعل یعنی (**تشاور**) سے مشتق ہے۔

ان میں سے پہلی رائے زیادہ معروف اور راجح ہے۔

"امام خلیل بن احمد الفراہیدیؒ(متوفی ۱۷۵ھ) کا کہنا ہے کہ (**مشورۃ**) بھی لفظ شوریٰ کی طرح باب افعال ہی سے نکلا ہے"۔ وہ فرماتے ہیں:

"والمشورة مفعلة اشتق من الاشارة اشرت عليهم بكذا ويقال : مشورة "۔ (2)

"اور (**مشورۃ**) کا وزن (**مفعلۃ**) ہے اور یہ بھی باب افعال کے مصدر سے مشتق ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں:

(**اشرت عليهم بكذا**) اور اس کو (مشورۃ) بھی کہتے ہیں"۔

ڈاکٹر احمد علی الامام لکھتے ہیں:

"ولعل اجمع تعريف للشورى بمعناها الفقهى العام الشامل لمختلف انواعها هو القول بانها رجوع الامام او القاضى او آحاد المكلفين فى امر لم يستبن حكمه بنص قرآنى او سنة او ثبوت اجماع الى من يرجى منهم معرفته بالدلائل الاجتهادية من العلماء المجتهدين ومن قد ينضم اليهم فى ذلک من اولى الدراية والا ختصاص "۔ (3)

"شاید شوریٰ کے جامع ترین تعریف جو اس کے مختلف فقہی معانی اور انواع واقسام کو شامل ہو، وہ یہ ہے کہ شوریٰ سے مراد امام یا قاضی یا کسی مکلف یا کسی ایسے معاملے میں جس کا حکم قرآن، سنت یا اجماع کے ثبوت سے متعلق کسی نص سے واضح نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے ان علمائے مجتہدین کی طرف رجوع کرنا جو اس حکم کو اس کے اجتہادی دلائل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہوں"۔

ڈاکٹر مصطفی قطب سانوؒ لکھتے ہیں:

"والشورى فى ابسط تعريفاتها تعنى : تداول الآراء حول مسألة ما للوصول الى الحل الا مثل ۔وعرفها بعضهم بانها : طلب آراء اهل العلم والرأ ى فى قضية من القضايا ، التى لم يرد فيها نص صريح مباشر من الكتاب والسنة "۔ (4)

"شوریٰ کی جامع ترین تعریف یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کا بہترین حل کے لئے مختلف آراء کا موازنہ کرنا، بعض اہل علم نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد کسی ایسے مسئلے میں اصحاب علم وفضل کی آراء کو جمع کرنا ہے، جس میں کتاب وسنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو"۔

شوریٰ کا لفظ اگرچہ اسلامی فقہی ذخیرے میں وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن تقریبا ہر دور میں اس لفظ کا اکثر وبیشتر استعمال سیاسی اور ملکی نظام ونسق سے متعلق کسی سرکاری اجتماعی ادارے پر ہوتا رہا ہے۔

نصر محمد الکرنز لکھتے ہیں:

"ان فقهائنا يستعملون اصطلاح الشورى فى معناها الضيق يتعلق باالتنظيم السياسى ،وان السمة الفقهية غيرواضحة فيها "۔ (5)

"ہمارے فقہاء عام طور پر 'شوریٰ' کی اصطلاح سیاسی نظام سے متعلق محدود کرتے ہوئے استعمال کرتے ہیں اور اس طرح اس لفظ کے معنی میں موجود فقہی جہت غیر واضح رہ جاتی ہے"۔

ڈاکٹر توفیق الشاوی حفظ اللہ لکھتے ہیں:

"وكثير من الكتاب والباحثين لا يتكلمون عنها الا فى صدد نظام الحكم او الدولة مما يفهم منه ان موضوعها هو(ديمقراطية الحكم)اى انها مقصورة على القرارات الجماعية المتعلقة بنظام الدولة اوالحكم"۔ (6)

"اکثر وبیشتر مصنفین اور محققین 'شوریٰ' کے بارے میں حکومتی یا ریاستی نظام کے ذیل میں بحث کرتے ہیں۔ جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شوریٰ کا اصل موضوع حکومتی مسائل میں مشاورت ہے یعنی 'شوریٰ' کا لفظ ان اجتماعی قراردادوں میں محصور ہے جو ریاست یا حکومت کے نظام سے متعلق ہوں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)"۔

قرآن سے استدلال

قرآن مجید میں دو آیات اس لحاظ سے بہت ہی اہم ہیں کہ ان میں شوریٰ کا حکم دیا گیا ہے ایک آیت مکی سورۃ کی ہے اور دوسری مدنی سورت میں ہے۔ پہلے ہم مکی سورت کی آیت کو بیان کرتے ہیں کیونکہ زمانہ نزول کے اعتبار سے وہ مقدم ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَأَمْرُہُمْ شُوْرٰى بَيْنَہُمْ "۔(7)

"ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں"۔

گویا اہل اسلام کا ہر معاملہ باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے۔ سورۃ شوری یہ مکی سورہ ہے اور مکہ میں اسلامی ریاست ابھی تک وجود میں نہ آئی تھی اس لیے اہل اسلام کو ہر معاملے اور ہر بات میں باہمی مشورہ کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ایک منفرد معاشرہ قائم کرنے اور اسے چلانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرلیں۔

یہ بات اسلام میں شوریٰ اور افہام وتفہیم کی اہمیت کی دلیل ہے۔

سورہ بقرہ میں ہے:

"فَإِنْ أَرَادَ فِصَالاً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا"۔ (8)

"پھر اگر وہ دونوں (میاں بیوی) آپس کی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے"۔

سورۃ ال عمران میں ہے:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ"۔ (9)

"اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو' پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسا کرو"۔

سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت کریمہ مفسرین اور اہلِ علم کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی امورِ دنیا اور معاملاتِ حکومت میں اہلِ اسلام سے مشورہ لینے اور کثرتِ رائے کا احترام کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حالاں کہ اللہ کے رسولؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپؐ کسی سے مشورے کے محتاج نہ تھے۔ لیکن اُمت کے لیے ایک اسوہ اور سنت قائم کرنا مقصود تھا۔ ان آیات کے علاوہ بھی بے شمار آیات سے مشورے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور مشورہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے بھی یہ ثابت ہے کہ شوریٰ قانون بھی ہے اور حکمت عملی بھی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا شَقِىَ عَبْدٌ بِمَشْوَرَةٍ وَمَا سَعِدَ بِاسْتِغْنَاءِ رَأْيٍ"۔(10)

"یعنی کوئی انسان مشورہ سے کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا اور نہ ہی مشورہ ترک کر کے کبھی کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے"۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ"۔(11)

"جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا اور جس نے مشورہ کیا وہ شرمندہ نہ ہوا"۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے :

"اَلْمَشْوَرَةُ حِصْنٌ مِنَ النَّدَامَةِ وَ أَمْنٌ مِنَ الْمَلَامَةِ"۔(12)

"مشورہ شرمندگی سے بچاؤ کا قلعہ ہے اور ملامت سے مامون رہنے کا ذریعہ ہے"۔

امام شافعیؒ نقل کرتے ہیں:

"عن ابن شهاب عن ابی هريرة قال ؛ مارائيت احد ا اكثر مشورة لاصحابه من الرسول الله ﷺ "۔(13)

"حضرت ابن شہاب زہریؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو بھی صحابہؓ سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو" (14)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا خود پسند شخص کبھی سعید نہیں ہو سکتا" (15)

حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ "اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ پیش آجائے جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ ہی تو ایسے واقعے کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشوری کر لیا کرو اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو" (16)

حضرت حسنؓ کی روایت سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ شوریٰ کے حکم کا مقصد یہ تھا کہ اس میں صحابہؓ کے لیے قانونی جواز پیدا ہو جائے اور بعد میں اُمت کے لیے ایک مستقل حکمت عملی بن جائے۔(17)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے اس کے مسلمان بھائی نے (اپنے کسی معاملے میں) مشورہ طلب کیا ہو اور اس نے اُس کے مفاد کے خلاف مشورہ دیا تو اس نے اپنے بھائی سے خیانت کی۔[18]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جہاں اجتہاد کا حکم دیا وہاں مشورے کا بھی حکم دیا۔ آپؐ کا ذاتی معمول بھی یہی تھا کہ تمام معاملات میں صحابہ کرامؓ سے اجتماعی اور انفرادی مشورہ لیتے تھے۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: عقل مند سے مشورہ کرو، ہدایت پاؤگے اور اس کی نافرمانی مت کرو، کہیں نادم نہ ہونا پڑے۔[19]

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقا سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ تھے۔[20]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب تمہارے حکمران تم میں سے بہتر لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے کیے جاتے ہوں تو زمین کی پیٹھ تمہارے لیے اس کے پیٹ سے بہتر ہے"۔[21]

حضرت عائشہؓ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے لوگوں سے رائے لینے اور مشورہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مشورے کی اہمیت بیان کی اور فرمایا: اگر میں شوریٰ کے بغیر کسی کو خلیفہ بناتا تو اُم عبد کے بیٹے (عبد اللہ بن مسعودؓ) کو بناتا۔[22]

معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص موقع پر یہ حضورؐ کی ذاتی رائے تھی مگر آپؐ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ آپؐ خود نامزد فرماسکتے تھے مگر آپؐ نے شوریٰ کے حق کو باقی رکھا۔

جنگِ احزاب میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے خندقیں کھدوائی گئیں۔[23]

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افک وبہتان کے سلسلے میں بھی آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا، حالانکہ یہ آپؐ کا ذاتی اور گھریلو معاملہ تھا۔ آنحضورؐ نے اپنی عائلی زندگی کے اس مخصوص معاملے میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ اور عام مسلمانوں سے بھی انفرادی طور پر مشورہ کیا اور ثابت فرمایا کہ زندگی کے ہر معاملے میں مشورہ مفید ہوتا ہے۔ آپؐ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشورے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ، آپؐ نے ارشاد فرمایا: اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ شوریٰ میں ایک رائے پر جمع ہو جائیں تو میں اس کے خلاف نہیں کروں گا۔[24]

خلفائے راشدین کا طرز عمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے حکمران، ان لوگوں سے مشورہ لیا کرتے تھے جو اپنی دیانت اور امانت کے اعتبار سے قابلِ اعتماد ہوتے اور جو دین کا علم رکھتے تھے۔[25]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ جب آپ کو کسی فیصلہ طلب معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ملتی تو معاشرے کے سرکردہ افراد سے مشورہ لیتے تھے۔ جب کسی بات پر اتفاق رائے ہو جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیتے۔ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔[26]

حضرت عمرؓ کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان علومِ قرآنیہ کے ماہرین ہوا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی بعض روایات سے اسی طرز عمل کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"قال جعفر و حدثنی میمون ان عمر بن الخطاب ؓ كان يفعل ذلك فان اعياه ان يجد فی القرآن والسنة نظر هل كان لابی بكر رضی الله عنه فيه قضاء فان وجدوا ابا بكر رضی الله عنه قد قضا فيه بقضاء قضی به والا دعا رؤوس المسلهمين وعلمائهم فاستشارهم فاذا اجتمعوا الامر قضی بينهم "۔(27)

"جعفر کہتے ہیں اور مجھے برقان بن میمون نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے پس اگر وہ اس سے عاجز آجاتے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم پالیں تو یہ غور وفکر کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ جاری کیا ہے یا نہیں۔ پس اگر وہ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ پالیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ جاری فرمادیتے تھے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں کے امراء اور چیدہ چیدہ افراد کو اکٹھا کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ پس جب وہ ایک رائے پر اکٹھے ہو جاتے تھے تو اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمادیتے تھے"۔

حضرت عثمانؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ کتاب وسنت کے بعد، میں اس فیصلے کا پابند ہوں گا جس پر تمہارا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔[28]

حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر ہم کوئی چیز قرآن وسنت میں نہ پائیں تو کیا کریں؟۔ حضورؐ نے فرمایا: قانون جاننے والے عبادت گزار مسلمانوں سے مشورہ کرو۔ مزید فرمایا: ایسے موقع پر کسی کی انفرادی رائے جاری نہ کرو۔(29)

حضرت علیؓ کا یہ قول بھی کتنا جامع ہے:

"اَلْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَ قَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَأْيِه"۔(30)

"مشورہ عین ہدایت ہے اور جو شخص اپنی رائے سے ہی خوش ہو گیا وہ خطرات سے دوچار ہوا"۔

مشورے کی مختلف صورتیں

معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں: ۱۔انفرادی معاملات ۲۔اجتماعی معاملات۔

انفرادی معاملات: انفرادی معاملات میں مشورہ شخصی ہوتا ہے کہ جس میں آدمی اپنے ذاتی معاملے میں کسی سے مشورہ کرتا ہے۔ جس کو انفرادی مشورہ کہتے ہیں۔

اجتماعی معاملات: اجتماعی معاملات سے مراد وہ معاملات ہیں جن میں دو یا دو سے زائد افراد کے مفادات وابستہ ہوں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی معاملات میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلقہ اشخاص کو نظر انداز کر دینا درست نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اجتماعی معاملات میں سب کی رائے لی جائے۔

اس میں سب سے اہم اور نازک حیثیت شوریٰ اہلِ حل وعقد کی ہے، یعنی حکومتی سطح کے فیصلے، جن میں وزرا اور مشیران اور عوامی نمایندے ریاست کو چلانے کے لیے سربراہِ حکومت کو مشورے اور رائے دیتے ہیں جس کے نتیجے میں کوئی اجتماعی فیصلہ ہوتا ہے۔ جیسے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر بناتے وقت شوریٰ بلائی گئی تھی۔ ارکان شوریٰ نے اپنی اپنی رائے پیش کی اور کافی غور وخوض کے بعد معاذؓ بن جبل کو (گورنر بنا کر) یمن بھیجا گیا۔(31)

آخر الذکر صورت دراصل اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد ہے جس پر اہلِ قلم نے سیاست کے عنوان سے قلم اٹھایا ہے۔ دراصل اسلامی حکومت شورائی حکومت ہے اور صاحبِ اقتدار اُس کا رہنما ہے۔ امام، شوریٰ کے اختیارات کا نمایندہ ہے اور حکمت عملی کے دائرے میں مجلسِ شوریٰ کے فیصلوں کا ترجمان ہے۔ اس حیثیت سے اسلامی حکومت کا راہنما عام انسانوں میں سے ایک انسان ہے۔ شوریٰ کا فیصلہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی شخص صدارت کے منصبِ عظمیٰ پر فائز ہوتا ہے اور اُمت کی رائے عامہ ہی سربراہِ حکومت کو اس کے عہدے سے معزول کر سکتی ہے۔ شوریٰ وہ اصول ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نظام میں پارلیمنٹ کا فیصلہ صدر کے فیصلے پر قانونی فوقیت رکھتا ہے۔ سربراہِ حکومت کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی طاقت شوریٰ کی طاقت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے بے نیاز ہو کر کام کرنا اس کے دائرہ اختیار سے تجاوز ہے۔

علامہ ابن عطیہؒ نے اس معاملے میں واضح لکھا ہے کہ اگر سربراہِ حکومت ماہرین علم وفن اور اُمت کے دین دار افراد کی شوریٰ طلب کیے بغیر اپنی رائے سے کام کرتا ہے تو اس کو عہدے سے معزول کر دینا چاہیے۔ اس پر تمام علمائے قانون متفق ہیں۔(32)

صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدے سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اب اسی حدیبیہ کے مقام پر قربانی کر کے سر منڈواؤ اور احرام کھول دو۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی مگر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا، کیونکہ صحابہؓ پر اس وقت رنج وغم کا شدید غلبہ تھا۔ حضورؐ کے دورِ رسالت میں اس ایک موقعے کے سوا کبھی ایسی صورت حال پیش نہیں آئی تھی کہ آپؐ صحابہؓ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔ حضورؐ کو اس موقعے پر سخت صدمہ ہوا۔ اس کٹھن مرحلے میں آپؐ نے اُم المومنین حضرت سلمہؓ سے مشورہ کیا اور اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا اور اُم المومنینؓ کے مشورے پر خود قربانی کی اور سر منڈایا اور پھر آپؐ کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں اور احرام کھول دیے۔

یہ ہیں وہ روایات جن سے مشورے کی اہمیت وضرورت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ ایک قانون بھی ہے اور حکمت عملی بھی ہے۔

مشورے کا دائرہ کار

قرآن مجید میں مشورے کا جو حکم دیا گیا ہے یہ حکم ان امور کے بارے میں ہے جو قرآن کے قانونِ اساسی میں طے شدہ نہیں ہیں اور مشورے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ دنیاوی امور کو دین کے ماتحت چلایا جائے۔(33)

اس قاعدے کلیے کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کر سکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کس طریقے سے کیا جائے تاکہ اس کا منشا ٹھیک طور سے پورا ہو لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کر سکتے کہ جس معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے کر دیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کریں۔(34)

اسی طرح معصیت اور نافرمانی کے کسی معاملے میں مشورہ لینا یا دینا بھی معصیت ہے اور مومن کی شان کے خلاف ہے۔

مشورے کی حقیقت

امام راغب اصفہانیؒ نے تصریح کی ہے کہ مشورے کا مفہوم آرا کا حاصل کرنا ہے اور اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف رائے لینے والے ہوتے ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ دوسری طرف رائے دینے والے ہوتے ہیں۔ ایک سمت کے اصحاب دوسری سمت کے لوگوں سے رائے طلب کرتے ہیں اور کامیابی کے لیے ایک فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں بس اسی کا نام مشورہ ہے۔([35])

اس لحاظ سے مشاورت کے پانچ اہم پہلو سامنے آتے ہیں:

مشاورت کے عمل میں شریک دونوں حضرات کے مابین خوش گوار تعلقات۔ ۲-دونوں افراد کے مابین مطلوبہ مسئلے پر کھل کر گفتگو۔ ۳-مشیر میں اہلیت، تجربہ اور خود اعتمادی اور قوتِ فیصلہ۔ ۴-مشاورت کے عمل میں مشیر کا مطلوبہ مسئلے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھانا۔ ۵-مشاورت سے قبل مکمل تیاری کرنا۔

مشورے کے آداب واصول

۱۔ جس طرح دین کا اہم رکن نماز ہے اسی طرح دعوت کا اہم رکن مشورہ ہے۔ جس کی نماز نہیں آس کا دین نہیں اسی طرح جس کا مشورہ نہیں اس کی دعوت نہیں۔

۲۔ جس طرح دین امانت ہے اسی طرح مشورہ بھی امانت ہے۔

۳۔ کام کی کمزوری مشورے کی کمزوری ہے کام اس لیے کمزور ہو گیا کہ مشورہ کمزور ہو گیا۔

۴۔ مشورے کا مقصد تقاضے کو پورا کرنا نہیں ہے، بلکہ مشورے کا مقصد ساتھیوں کو لے کر چلنا ہے تقاضے وہ پورا کرے گا جو ساتھی قربانی دے گا۔

۵۔ جس مشورے سے تقاضے پورے نہیں ہوئے وہ مشورہ کمزور نہیں، بلکہ مشورے سے ساتھی کٹ گیا وہ مشورہ کمزور ہے۔

۶۔ کام کرنے کا عملہ جو تیار ہوتا ہے وہ مشورے سے تیار ہوتا ہے، اور جو ساتھی کاٹتا ہے وہ مشورے سے کٹتا ہے۔

۷۔ شوریٰ کے بغیر فیصل نہیں، فیصل کے بغیر شوریٰ نہیں، جس طرح جماعت کے بغیر امیر نہیں، امیر کے بغیر جماعت نہیں۔

۸۔ ساتھی کا ساتھی سے مشورہ کرنا یہ مشورہ کی کمزوری ہے، ساتھی کا کسی جماعت سے مشورہ کرنا یہ مشوری کی کمزوری ہے، جماعت کا کسی ایک ذمہ دار سے مشورہ کرنا یہ مشورہ کی کمزوری ہے۔

۹۔ کسی ذمہ دار کو چھوڑ کر مشورہ کرنا یہ بھی مشورے کی کمزوری ہے، ساتھی کسی ساتھی سے مشورہ نہ کریں، ساتھی کسی جماعت سے مشورہ نہ کریں، جماعت کسی ساتھی سے مشورہ نہ کریں۔

بلکہ جماعت کسی جماعت سے مشورہ کرے مشورہ کرے، مشورے کے بعد مشورہ کرنا یہ بھی مشورے کی کمزوری ہے۔

۱۰۔ کسی ذمہ دار ساتھی کے نہ ہونے پر مشورہ ٹال دیا جائے، اسی وقت طئے کرنا ض ضروری نہیں۔

۱۱۔ جس کے اندر مشورے کے اہمیت نہیں ہو گی، اس مشورے سے طے ہونے والی امور کی بھی اہمیت نہیں ہو گی۔

۱۲۔ مشورے میں فیصلہ رائے کی کثرت پر نہیں ہو گا، بلکہ مشورے میں فیصلہ بصیرت پر ہو گا۔

۱۳۔ مشورے میں پہلے رائے پرانوں کی ہو گی، اس کے بعد جو قربانی میں آگے ہے ان کی ہو گئی، نئے کو رائے پوچھنے پر دینا چاہیے۔

۱۴۔ جو اپنے رائے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ رائے کو بنا بنا کر پیش کرے گا۔

۱۵۔ جو اپنے رائے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ مشورے سے پہلے اپنے رائے کا ماحول تیار کرے گا۔

۱۶۔ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جو اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ اپنے لئے جہنم کے ٹکڑا لے رہا ہے۔

۱۷۔ رائے رکھنے کا طریقہ یہ ہے:

) ۱ (یہ کی یہ رائے کو اس طرح لا کر رکھیں کہ مشورہ سے عطا ہو جائے جو میں چاہتا ہوں۔

) ۲ (دوسرا یہ کہ جو صورت حال ہے اس کو لا کر رکھ دو اس پر جو ذمہ دار طئے کرینگے اس پر عمل کرنا ہے

۱۸۔ جذبات والی رائے قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ جذبات والے رائے میں سو فیصد خسارا ہے.

۱۹۔ مشورے میں اتنی رائے لے اتنی رائے لے کے رائے کی گنجائش نہ رہے۔

۲۰۔ رائے کی کثرت اختلاف نہیں ہے، بلکہ رائے کی کثرت اور رائے کو نکھارتا ہے۔

مشاورت کے طریقے

مشاورت کے بہت سارے طریقے ہیں ان میں ذیل کے طریقے قابلِ ذکر ہیں:

۱ - یک جہتی پیدا کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ فرد کو اُس کے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔

۲ - ماحول کی تبدیلی: فرد کے ماحول کو تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ ایک بدلے ہوئے ماحول میں انسان اپنے لیے آسانی محسوس کرتا ہے۔

۳ - مناسب مہارتوں کا حصول: مشورہ لینے والے کی کمزوریوں کی نشان دہی کر کے انھیں دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۴ - رویے میں تبدیلی: مشورہ طلب کرنے والے فرد کے رویے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے اور پھر اسے اپنے رویے میں مناسب تبدیلی لانے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

۵ - انٹرویو: یہ مشورے کی ایک اہم تکنیک ہے۔ اس کی بدولت فرد سے روبرو گفتگو کی جاتی ہے اور ایسا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اندرونی کیفیت کا خود بخود اظہار کرتا چلا جائے۔ انٹرویو کے دوران دوستانہ فضا قائم ہو اور ہر قسم کی معلومات کو محفوظ رکھا جائے اور آخر میں نتیجہ اخذ کر کے درپیش معاملے کا حل تجویز کیا جاتا ہے۔

مشورے کی حکمت

مشورہ کرنے سے من جانب اللہ حق اور صحیح بات کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

مشورے سے معاملے میں خیر وبرکت ہوتی ہے اور وزن اور قوت آتی ہے۔

اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی ہوتی ہے۔

کسی معاملے میں مشورہ کرنے اور اس پر کھل کر گفتگو کرنے سے اس کے مثبت ومنفی پہلو سامنے آتے ہیں جس سے مثبت پہلو کو اپنا کر اس کے منفی پہلو سے بچ جانے سے نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔

مشورے سے کام کی نئی نئی راہیں نکلتی ہیں اور کام میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنے سے رائے عامہ کا اعتماد اور تعاون حاصل ہوتا ہے۔

مشورہ کرنے سے اعلیٰ رہنمائی اور رشد وہدایت حاصل ہوتی ہے۔

مشورہ کرنے سے صحیح غور و فکر اور درست نتائج تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔

مشورے سے یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور صبر و تحمل کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

مشورے کے بعد کام میں اگر کوئی کمی رہ جائے تو بھی انسان نفس اور لوگوں کی ملامت سے بچ جاتا ہے۔

مشورہ کرنے سے لوگوں میں خوش گوار برادرانہ تعلق مستحکم ہوتا ہے۔

مشورے سے رویوں کا جائزہ لے کر انسان کو مناسب تبدیلی پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

مشورے سے خود اعتمادی اور مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

مشیر کی صفات

مشیر کا کردار ایک کنجی کی مانند ہے جس سے وہ صندوق کا تالا کھول کر حقیقت کا اندازہ کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان المستشار موتمن "۔ (36)

جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ معتمد ہوتا ہے"۔

گویا مشیر وہ ہونا چاہیے جس کی امانت و دیانت پر بھروسا کیا جاسکتا ہو۔

مشیر کی صفات دو طرح کی ہوتی ہیں:

ایک مثبت' یعنی وہ صفات جن کا پایا جانا بہتر اور ضروری ہے۔

دوسری منفی صفات جن کا نہ ہونا بہتر اور ضروری ہے۔

مثبت صفات:

۱-مسلمان ہو ۲-عاقل' بالغ ہو ۳-معتمد علیہ ہو

۴-عادل اور دیانت دار ہو ۵-امین (امانت دار) ہو ۶-حسنِ ظن رکھتا ہو

۷-علم و ذہانت سے آراستہ ہو (کم از کم جس مسئلے میں مشورہ لیا جارہا ہو اس میں گہری بصیرت رکھتا ہو)

۸-معاملہ فہم اور صاحب الرائے ہو ۹-حالات سے باخبر ہو ۱۰-تدابیر کے اعتبار سے پختہ ہو

۱۱-حلم و بردباری سے آراستہ ہو ۱۲-راست باز اور سچا ہو۔

منفی صفات:

۱-لالچی اور حریص نہ ہو ۲-خود غرض اور خود پسند نہ ہو

۳-بخیل اور ڈرپوک نہ ہو ۴-بدظن نہ ہو

۵-مشورہ طلب کرنے والے کا دشمن نہ ہو ۶-متکبر' بے پروا اور لااُبالی نہ ہو۔

خلاصۃ البحث

مشورہ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس تفصیلی جائزے سے یہ بات بخوبی اجاگر ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں اس کی مضبوط روایت رہی ہے۔ یہ مسلمانوں کی ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔ ایک جمہوری معاشرے کی روح بھی مشاورت میں ہے نہ کہ آمریت۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مضبوط روایت اور قدر کو آگے بڑھایا جائے۔ مشورہ محض رسم بن کر نہ رہ جائے بلکہ ایک فرد کی ذاتی زندگی' خاندان' اداروں' تنظیموں اور جماعتوں سے لے کر' اقتدارِ اعلیٰ تک تمام امور میں اس روایت اور قدر کو ملحوظ رکھا جائے تاکہ یہ ایک معاشرتی چلن بن جائے۔ آمریت کے بجائے مشاورت فروغ پائے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ بحیثیت مجموعی اگر مشورے کے ان مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے' تو بہت سی ذہنی الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے اور زندگی آسان اور پُر مسرت ہو سکتی ہے۔

---

[1] عمری، جلال الدین انصر، اسلام کا شورائی نظام، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، س ن، ص ۷۲۔

[2] الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج ۶، ص ۲۸۱۔

[3] مجموعۃ من علماء العرب، الشوری فی الاسلام، المجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیۃ، عمان، ج ۲، ص ۴۸۸۔

[4] الشوری فی الاسلام، ج ۲، ص ۴۸۸۔

[5] الندوی، ابو الحسن علی، الاجتہاد الجماعی، اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا، س ن، ص ۴۲۔

[6] شاوی، ڈاکٹر توفیق، فقہ الشوری والاستشارۃ، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، المنصورۃ، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۲ھ، ص ۱۰۱-۱۰۳۔

[7] الشوری: ۴۲، ۳۸۔

8 ۔ البقرۃ:۲:۲۳۳

9 ۔ آل عمران:۳:۱۵۹

10 . أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر القرطبي، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ، ج۴، ص ۱۶۱۔

11 . المعجم الأوسط للطبرانی، مکتبۃ المعارف، الریاض، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ۔ حدیث الرقم: ۶۸۱۶۔

12 . أبو الحسین الماوردي، ادب الدنیا والدین دار الصحابۃ للتراث، ج ا ص ۲۷۷۔

13 ۔ ابن ابی حاتم، عبد الرحمن بن محمد ابی بن ادریس بن منذر، تفسیر ابن ابی حاتم، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، س ن، ج۳، ص ۸۰۱۔

14 . أبو عیسی، الترمذي، محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی بن الضحاک، سنن الترمذي، ج ۱، رقم الحدیث ۱۳۴۱

15 . أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر القرطبي، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ، س ن، جلد ۴، صفحہ ۲۵۱۔

16 . الھیثمي، نور الدِّین عَليّ بن أبي بکر، مجمع الزَّوَائِد ومنبع الفَوَائِد، دَار الْکتاب، بیروت، سن اشاعت ۱۹۶۷، ج ا، ص ۱۶۸۔

17 ۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر، فتح الباری' ص ۲۸۶

18 ۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد' ص ۳۵۳

19 ۔ عبد الرحمن السیوطي جلال الدین، الدر المنثور ۲:۹۰

20 ۔ الترمذي، ج ۲، ص ۳۳۰

21 ۔ الترمذي، ج ۲، ص ۳۳۰

22 ۔ الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۸

23 ۔ ابو عبد اللہ محمد ابن سعد ابن منیع البصری الزہری، طبقات ابن سعد المعروف الطبقات الکبیر، ج ۲، ص ۶۶

24 ۔ اضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۲، ص ۱۶۱

25 ۔ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ج ۲، ص ۱۰۹۰

26 ۔ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن التمیمی الدارمی، سنن الدارمی، ج ا، ص ۵۸

27 ۔ بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی، السنن الکبری للبیہقی، دار الباز، مکۃ المکرمۃ، ط: ۱۴۱۴ھ، کتاب آداب القاضی، باب مایقضی بہ القاضی ویفتی بہ المفتی، حدیث نمبر: ۲۰۱۲۸، ج ۱۰، ص ۱۱۴۔

28 ۔ ابو القاسم سلیمان ابن احمد ابن الطبرانی المعروف طبرانی، تاریخ طبرانی، ج ۲، ص ۱۵۹

29 ۔ علامہ ابن القیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۵۴

30 . عَلَی ابْنُ حزم، المدخل، دار النفائس، الأردن عمان، ج ۴، ص ۲۸۔

31 ۔ علی ابن ابو بکر الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۹، ص ۴۶

32 ۔ ابو علی محمد بن علی بن محمد شوکانی، فتح القدیر فی التفسیر، دار الفکر بیروت، ص ۳۶۰

33 ۔ حامد الانصاری غازی، اسلام کا نظام حکومت، ج ۱، ص ۳۶۰

34 ۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۵۱۰

35 ۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، المکتبۃ القاسمیہ، لاہور، ج ۲، ص ۳۴۵

36 ۔ سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن لابی داوٗد، ج ۵، ص ۳۴۵